جہنم کے سوداگر

The Traders of Hell

تحریر محمد جبران
(ایم فل اسکالر)

EPISODE 20

پراسرار گفٹ باکس

راوی وقار علی جان

پراسرار گفٹ باکس (قسط20:)

"سر میجر ڈریگن کی یہ لوکیشن ہے۔ میرا خیال ہے اگر آپ ابھی اسے دھمکی دیں تو کام بن سکتا ہے۔ ورنہ دیر ہو جائے گی۔" شمعون نے کرنل اشر کے سامنے کاغذ رکھتے ہوئے کہا۔ اس کاغذ کو دیکھ کر ان کی آنکھوں تیز چمک آگئی۔ کچھ دیر وہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے رہے گویا اپنی چالوں کو ترتیب دے رہے ہوں۔

"شمعون گڈ شو۔۔۔ میرا خیال ہے تم ٹھیک کہتے ہو۔ اگر ہم ابھی اس پر حملہ کر دیں تو وہ یقیناً رام ہو جائے گا۔ میرے خیال میں مجھے ابھی اس کے ساتھ بات کرنی چاہیے۔" اس کے بعد انہوں نے آپریٹر سے کہا کہ وہ اسی نمبر پر دوبارہ کال ملا دے۔ مگر یہ کال میجر ڈریگن کو نہیں بلکہ اپنے کسی خاص آدمی کو تھی۔ کال ملتے ہی کرنل اشر کسی غیر مانوس سے زبان میں دوسری طرف گفتگو کرتا رہا۔ وہ کوئی بڑھا تھا جس کی آواز میں ریشہ معلوم ہوتا تھا۔ اسے تو بار بار کھانسنے کی عادت ہو جیسے، دونوں کے درمیان کوئی پانچ منٹ بات ہوئی ہو گی۔ اس کے بعد دوسری طرف سے کال ڈراپ کر دی۔ اسکے بعد انہوں نے ہم دونوں کی طرف مڑ کر دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔

اب کی بار کال میجر ڈریگن کو لگائی گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے بیل سنائی دینے لگی۔ کال رسیو ہوتے ہی کسی انجان شخص کی آواز سنائی دی۔

"یس۔۔۔ کون ہے؟"

"میں کرنل اشر بول رہا ہوں، مجھے میجر ڈریگن سے ابھی بات کرنی ہے۔ اٹس ارجنٹ۔۔۔" کرنل اشر نے اپنے مخصوص اسٹائل میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن وہ تو ابھی ابھی یہاں سے نکلے ہیں اب تک تو وہ بوٹ پر بھی سوار ہو چکے ہونگے۔"دوسری طرف سے قدرے توقف کے بعد جواب دیا گیا۔"آپ ایسا کریں آپ کا جو بھی پیغام ہے وہ مجھے دے دیں میں ان تک خود ہی پہنچا دونگا۔"

"جی میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے اور میں ان کے علاوہ یہ بات کسی اور کوئی نہیں بتا سکتا۔اگر آپ انہیں نہیں بلا سکتے تو ٹھیک ہے۔نتائج کے خود ذمہ دار ہونگے اور پھر جو کچھ ہوا اس کی ساری ذمہ داری آپ پر ہو گی۔"

"اوہو تو یہ بات ہے، چلیں پھر آپ کچھ دیر ہولڈ کریں میں کوشش کرتا ہوں کہ انہیں فوری بلالوں۔۔۔"اس کے بعد ایک گہرا سکوت طاری ہو گیا۔کرنل اشر سمیت آپریشن روم میں سب لوگوں کو سانپ سونگھ گیا۔میں نے اس دوران بے چینی سے چلنا شروع کر دیا۔یہ وقت بلاشبہ بہت بھاری ثابت ہو رہے تھے۔پھر میں چلتی ہوئی کرسی پر آ کر بیٹھی اور پھر سامنے پڑے ہوئے جگ میں سے پانی کا گلاس بھرا اور پھر اُسے ایک ہی سانس میں حلق کے اندر انڈیل لیا۔پھر میں گہرے گہرے سانس لینی لگی۔ایسے میں شمعون چلتا ہوا میرے پاس آیا اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھے تسلی دینے لگا کہ میں بے فکر رہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔میں نے اسے دیکھ کر دھیرے سے سر کو جنبش دی اور بظاہر اسے یہی تاثر دیا کے میں نارمل ہوں۔مگر یہ میں جانتی ہوں کہ میرا دل کیسے پارہ پارہ ہو رہا تھا۔عورت ذات اوپر سے خود کو جتنا مضبوط کر لے مگر اس حقیقت کو وہ کبھی نہیں جھٹلا سکتی کہ اندر سے وہ بالکل موم کی طرح ہوتی ہے۔وہ جب ایک بار کسی کو دل میں بسا لے تو پھر روح کی گہرائی سے زیادہ گہرا پیار وہ اپنے محبوب سے کرتی ہے۔میں جانتی ہوں کہ میں جس معاشرے میں زندہ ہوں وہاں پیار نہیں شکل و صورت کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی اعمال بھی دیکھے جاتے ہیں۔میں اس حقیقت سے بھی پہلو تہی نہیں کر سکتی کہ یہاں کے پیار کا مطلب دو وجودوں کا جسمانی ملاپ ہوتا ہے۔بس اس سے زیادہ پیار کی کوئی حقیقت نہیں، مگر میں آج یہ اقبال جرم کرنا چاہتی ہوں کہ مجھے تمہارے جسم سے نہیں بلکہ تمہاری روح سے پیار ہے۔مجھے جسمانی سودا نہیں بلکہ روحانی سودا کرنا ہے۔تمہیں پانے کا مطلب اپنے تن کی پیاس بجھانا نہیں بلکہ اپنی روح کو سیراب کرنا ہے۔وہی روح جو بہت میلی ہو چکی ہے،اسے زمانے بھر کی گرد نے گندہ اور بدبودار کر دیا ہے۔پر میں اسی گندگی اور بدبو کو دھو کر تمہاری روح سے خود کو منور کرنا چاہتی ہوں۔مجھے اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہے کہ تم مجھے نہیں ملنے والے۔تم ایک آزاد پنچھی ہو جو اپنی اُڑان اور اپنی پرواز کا تعین خود کرتا ہے۔تم کسی پنجرے کے قیدی نہیں اور میں تمہیں قید کرنے کی باتیں کر رہی ہوں۔یہ دل بھی ناں، چھوٹے بچوں کی طرح ہے،ضدی ہے کھٹو رہے کسی کی نہیں سنتا۔نادان ہے اُسے اپنے دل میں بسا لیا ہے جسکی موت اس کی ہتھیلی پر رکھی ہوئی ہے۔یہ وہ پنچھی ہے جسے زمانے بھر کے شکاری گھات

لگائے بیٹھے ہیں۔ آج نہیں تو کل وہ اس کا شکار ضرور کر لیں گے۔ مگر اس کمبخت دل کا کیا کروں، جو بہت خود غرض ہے ۔ اپنے سوا کسی کا نہیں سوچتا۔ اسے صرف اپنی چاہت کا احساس ہے دوسرے کی نہیں۔ پس ایک تمہاری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے۔ ہونا وہی ہے جو حالات کی چاہت ہے۔ تمہاری اور میری خواہشیں تنکوں کی طرح بکھر جائیں گی۔ حالات نہ تو کل ہمارے موافق تھے اور نہ آج ہیں۔ شاید آنے والے کل میں بھی یہی صورت حال ہو۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ ہم جتنے پل ایک ساتھ گزاریں میں انہیں اپنے دامن میں سمیٹ لوں اور پھر انہی کے سہارے اپنی زندگی گزار دوں۔ یہ میرے اس وقت کے بھی یہی جذبات تھے اور آج بھی وہی ہیں۔ نہ میں بدلی ہوں نہ تمہارے واپس آنے سے یہ دل بدلا ہے۔۔۔ خیر میں نے پانی کا گلاس واپس ٹیبل پر رکھا تو میجر ڈریگن کی منحوس آواز سنائی دی۔

"ہیلو میں میجر ڈریگن بول رہا ہوں، ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو تم سے اسقدر بات ہوئی تھی تم سے تھوڑا سا بھی صبر رہا ہوا۔۔۔؟"

"میجر صبر تو اپنے دامن میں بہت ہے مگر اب لگتا ہے کہ بہت ہو گیا۔ اسے لبریز ہو ہی جانا چاہیے۔۔۔" کرنل اشر نے معنی خیز انداز میں کہا تو دوسری طرف سے چند ساعتوں تک خاموشی چھا گئی۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو کھل کر کہو۔۔۔ یہ پہیلیاں مت بجھوائو، ویسے بھی میں بچپن سے اس معاملے میں کافی کمزور واقع ہوا ہوں۔ جب تک پوری بات کھول کر نہ بتائی جائے مجھے سمجھ ہی نہیں آتی۔" دوسری طرف سے میجر ڈریگن اب بھی مذاق کے موڈ میں تھا۔ وہ کرنل اشر کو سیریس لینا ہی نہیں چاہ رہا تھا۔

"تو صاف بات یہ ہے کہ میں نے تمہارے جزیرے کا پتہ لگا لیا ہے۔ یہ ایک گمنام سا جزیرہ ہے جو اس وقت روسی فوجیوں کے قبضے میں ہے۔ اس میں نہایت پر اسرار قسم کی سرگرمیاں ہو رہی ہیں۔ اب وہ کون سی سرگرمیاں ہے ہیں اس کے لئے بس۔ "یورینیم اور شعاعوں" کا حوالہ ہی کافی ہے۔۔۔۔" کرنل اشر نے جان بوجھ کر اپنا فقرہ ادھورہ چھوڑ دیا۔

"ہیں۔۔۔ پر تمہیں یہ سب کیسے پتہ چلا۔۔۔" دوسری جانب سے تعجب کا اظہار کیا گیا۔

"اُس جزیرے سے تھوڑا فاصلے پر ایک اور گمنام جزیرہ ہے۔ وہ بھی کافی پر اسرار ہے۔۔۔۔۔ وہ ایسے کہ اس کی لوکیشن تمہارے جزیرے سے شو نہیں ہوتی۔ لیکن اُس پر اسرار اور گمنام جزیرے سے تمہارے پر اسرار اور گمنام جزیرے کی تمام سرگرمیوں کو باخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ صرف یہی نہیں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اوپر سے ویران نظر آنے والے تمہارے پر اسرار اور گمنام جزیرے کے زیر زمین جو سیٹ اَپ بچھا کر جس پراجیکٹ پر کام کیا جا رہا ہے وہ کوئی معمولی نہیں ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کے تمہارے ملک نے بڑی محنت کے ساتھ اسے سجایا ہے اور وہ انتہائی حساس نوعیت

کا ہے۔۔۔وہ ہے ناں اکثر ہم ایک لفظ استعمال کرتے ہیں ۔۔۔کیا کہتے ہیں اسے ۔۔۔ہاں یاد آیا۔۔۔"اسٹیٹ سیکرٹ"۔۔۔کچھ اسی قسم کا معاملہ چل رہا ہے۔"کرنل اشر کے لہجے میں لحہ بہ لحہ پراسراریت بڑھ رہی تھی۔وہ ایک ایک لفظ کو تول تول کر بول رہا تھا۔دوسری طرف سے کچھ دیر کی خاموشی رہی پھر اچانک کانستے ہوئے میجر ڈریگن نے اپنی خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔

"مگر وہ جو پراسرار اور گمنام جزیرہ ہے جسکی لوکیشن میرے جزیرے سے ٹریس نہیں ہو سکتی پھر وہ کس کا ہے؟"

" جس طرح تمہاری حکومت نے اُس جزیرے کو فوج کے حوالے کیا ہوا ہے ویسے میری حکومت نے بھی اس جزیرے کو ایک نادیدہ ہستی کے کنٹرول میں دیا ہے جو دماغ سے کافی سر پھرا ہے۔اُس کے ایک اشارے پر تمہارا اربوں کا پراجیکٹ کوڑیوں کے دام راکھ کا ڈھیر بن سکتا ہے۔"

"مگر میں اس تھریٹ کو سنجیدہ کیسے لے لوں؟میرے اسی اربوں کے پراجیکٹ کے اوپر تمہاری سونے کی چڑیا بیٹھی ہوئی ہے۔اگر میرا سب کچھ راکھ ہو سکتا ہے تو بچنا تمہارا بھی لکھ نہیں۔"

"پراجیکٹ کا نقصان تو شاید تمہاری حکومت آئندہ آنے والے دنوں میں کبھی نہ کبھی پورا کرلے۔مگر تمہارا اور تمہارے گروپ کا جانی ومالی نقصان تم مرنے کے بعد کیسے پورا کروگے ؟کیونکہ جس گمنام اور پراسرار جزیرے سے تمہارے گمنام اور پراسرار جزیرے کو مزائلوں سے اڑایا جاسکتے ہے۔وہی حملہ تمہاری چھوٹی سی بوٹ پر بھی کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔بلکہ تم پر حملہ کرنا تو زیادہ آسان ہے۔"کرنل اشر نے میجر ڈریگن کو چاروں طرف سے مکمل طور پر پھنسادیا تھا۔اب بادی النظر میں اس کے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔آج تک کرنل اشر نے اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو اپنی انہیں چالوں سے شہہ مات دی تھی۔وہ اپنی بچھائی ہوئی بساط کا ایک ایک مہرہ اوراس پر چلنے والی تمام چالیں اپنی مٹھی میں رکھتا تھا۔جب ایک بار وہ دشمن کو دبوچ لیتا تو اسے نکلنے کا موقعہ نہیں دیتا تھا۔دوسری طرف سے ایک بار پھر گہرا سکوت طاری ہو گیا۔شاید میجر ڈریگن کرنل اشر کی چالوں کا مختلف پہلوئوں سے جائزہ لے رہا تھا۔تھوڑی دیر اسی طرح خاموشی رہی پھر میجر ڈریگن کی نحیف سی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ تم نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔اب بولو کیا چاہتے ہو۔"اس کی آواز سے لگ رہا تھا کہ اس نے ذہنی طور پر شکست تسلیم کرلی ہے۔یہ ہم سب کے لئے بہت اچھی خبر تھی۔اس نے جب ہتھیار ڈال دیئے تو آپریشن روم میں موجود سب کے چہرے ایک بار پھر سے کھل اٹھے۔

"گڈ میں چاہتا ہوں کہ تم کسی طرح سے ڈیوڈ کو اُس جزیرے سے نکلنے کا موقعہ دو اور خود وہاں سے نکل کر ایک اور

جزیرے پر میری کال کا انتظار کرو۔اپنے ساتھ ڈیوڈ کا فون لے جانا مت بھولنا۔تمہارے جزیرے سے کوئی پندرہ منٹ کے فاصلے پر شمال کی جانب ایک اور جزیرہ واقع ہے۔وہاں پہنچ کر انتظار کرو باقی کی ہدایات بعد میں دونگا۔یاد رکھنا تمہاری ایک ایک موومنٹ کو مونیٹر کیا جارہا ہے۔بھاگنے یا فرار ہونے کی صورت میں انجام کے ذمہ دار تم خود ہوگے۔گڈ بائے "کرنل اشر نے ٹھوس لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے کال ڈراپ کرنے کا اشارہ کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

کمرہ عدالت کا منظر فلمی دنیا سے قدرے مختلف تھا۔یہاں لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔بس جج صاحب سمیت دیگر ضروری لوگوں کے اور کوئی نہیں تھے۔میرے دفاع کے لئے کسی وکیل نے حامی نہیں بھری تھی سو مجھے میرا دفاع خود ہی کرنا تھا۔ظاہر سی بات تھی کہ کوئی کیوں امریکی جاسوس کا دفاع کرکے اپنی روزی پر لات مارتا۔میں نے آج تک وکالت کا قاعدہ نہیں پڑھا تھا اور نہ ہی مجھے اس کے قواعد و ضوابط کا اندازہ تھا۔میری حالت اُس عطائی جیسی تھی جو مریض کو بغیر چیک کئے محض نبض دیکھ کر بیماری کا اعلاج کر دیتا ہے۔اس سیکرٹ ایجنٹی نے مجھ سے کیا کیا گل نہیں کھلائے تھے اس کا ذکر میں پہلے ہی اپنے قارئین سے کر چکا ہوں۔آج مجھے اپنے اُس کردار کا دفاع کرنا جسے میں نے اپنے تن پر تمام تر نفرت کے باوجود اڑھ رکھا تھا۔یہ وہی کردار تھا جو میرے ہی ہاتھوں اپنے ابدی سفر پر روانہ ہو چکا تھا۔اب نہ جانے مجھے آنے والے کتنے سالوں تک اسی کردار کے ساتھ نہ صرف جینا تھا بلکہ اس کا دفاع بھی بھرپور انداز میں کرنا تھا۔

لیکن سچ پوچھیں تو جس وقت میں کمرہ عدالت میں ہتھکڑیوں کے ساتھ کھڑا تھا مجھے اپنے مستقبل کے بارے میں قطعاً یہ یقین نہیں تھا کہ آیا میں یہاں سے نکل پاؤں گا یا نہیں۔میرے لئے اب ایران میں زمین تنگ ہو چکی تھی۔میں ایک مصیبت سے نکلتا تھا تو دوسری میں پھنس جاتا تھا۔آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا کے مصداق میں ایران کے دیس میں خود کورنگ نہیں سکا تھا۔ایرانیوں نے پہلے کچے کھلاڑیوں کو میدان میں اتار کر میری قابلیت کو جانچا تھا پھر منجھے ہوئے کھلاڑیاں سے مجھے دبوچ لیا تھا۔لیکن کیا اب بھی وہ مجھے روک پائیں گے ؟کیونکہ میں۔۔۔"وہ" نہیں تھا جسکے خلاف انہوں نے مکڑی کی جالا بُنا تھا۔میں وقار علی جان تھا امریکی نہیں بلکہ پاکستانی جاسوس۔میں ابھی خود کو مکمل طور پر ڈیوڈ کے سانچے میں نہیں ڈھال پایا تھا۔لیکن میں ایسا چاہتا بھی نہیں تھا،میں خود میں ڈیوڈ اور وقار کے حسین امتزاج کو قائم رکھنا چاہتا تھا۔میں وقار کی ہستی کو مکمل طور پر ماضی کے اوراق میں دفن نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وقار اور ڈیوڈ میں بہت سی باتیں قدرے مشترک تھیں اسی لئے یہ حسین امتزاج ممکن ہوا تھا۔ڈیوڈ اور وقار حالت چاہیے جتنے ہی کھٹن اور دشوار گزار کیوں نہ ہو جائیں حالات سے سمجھوتا نہیں کرتے تھے۔دونوں اپنی مرضی کے مالک

ضرور تھے مگر اپنے اداروں کے وفادار بھی۔ان دونوں کی طبیعت میں کسی کی کٹھ پتلی بننا نہیں تھا۔دونوں موقع ملنے پر تنہاہی سمندر کی مخالف موجوں کو بھی موڑدینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔دونوں ہی چالاک اور معاملہ فہم تھے،زندگی کے مصائب سے ہر پل لڑتے اور جدوجہد کرنادونوں کے خون میں شامل تھا۔جبکہ دونوں کا سب سے بڑا تضاد یہ تھا کہ ڈیوڈ اسلام اور مسلمانوں سے شدید نفرت کرتا تھااور میں وقار علی جان یہودیوں سے۔وہ انکے مفادات کو تحفظ دینے کے لئے کام کرتا تھااور میں پاکستان اور مسلمانوں کے۔

خیر بات کہاں سے کہاں چلی گئی۔میں اس کمرہ عدالت میں کھڑا تھابس فرق صرف اتنا تھا کہ پہلے میں پائوں کام نہیں کررہے تھے مگر عدالت میں میں خود اپنے پیروں پر چل کر آیا تھا۔انہوں نے ایک اور مہربانی یہ کی تھی کہ میرا منہ بھی کھول دیا تھا تاکہ اپنی کمزور سی زبان سے اپنے حق میں دلائل دے سکوں۔کمرہ عدالت میں مخالف وکیل نے اپنی کم و بیش وہی چارج شیٹ پیش کی جو میں پہلے ہی محسن شاہ سے پریس کانفرنس کے دوران سن چکا تھا۔عدالتی کاروائی میری سہولت کے لئے انگریزی زبان میں ہی رکھی گئی تھی۔جب وکیل صاحب اپنے دلائل دے چکے چکے توجج صاحب نے میری جانب مخاطب ہو کر کہا۔

"کیوں مسٹر ڈیوڈ کیا تمہیں اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے؟"انہوں نے اپنی ناک پر عینک لگائی ہوئی تھی سر بالوں سے عاری تھا البتہ کنپٹیوں پر سفیدی چھائی ہوئی تھی۔جبکہ دائیاں کان مسلسل ہل رہا تھا،جیسے کوئی باقاعدہ ان کا کان نیچے سے پکڑ کر ہلا رہا ہو۔لگتا تھا کہ وہ کافی تجربہ کار جج ہیں۔میں نے ایک طویل سانس لیا اور پھر گویا ہوا۔

"جج صاحب میں پیشہ کے اعتبار سے وکیل تو نہیں مگر آج زندگی میں پہلی بار ایک ایسے فورم پر اپنادفاع کرنے جارہاہوں کہ جس جگہ میری زندگی اور موت کا فیصلہ ہوناہے۔ایک اجنبی دیس میں،اجنبی لوگوں کے درمیان جہاں پل پل آپکے کردار کے اوپر انگلیاں اٹھائی جارہی ہوں۔ایسے میں اپنے آپ کا دفاع کرنا خاصہ مشکل کام ہے لیکن پھر بھی میں اپنے تئیں یہ کوشش کروں گا کہ قابل احترام عدالت کو اپناحالِ دل میں کھول کر بیان کرسکوں۔میں اس بات سے باخوبی آگاہ ہوں کہ ایران اور امریکہ کے باہمی تعلقات گزشتہ تین دہائیوں سے خراب چلے آرہے ہیں۔اس کی اپنی ایک تاریخ ہے اور تاریخ کے پس منظر میں چند ایسے تلخ واقعات ہیں کہ جس کی وجہ سے دونوں ممالک کو کبھی بھی ایک دوسرے کو صحیح معنوں میں سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔دونوں ممالک ایک دوسرے کو برابر قصوروار سمجھتے ہیں۔اسی لئے ایسے ماحول میں خود کو ایک کٹہرے مٰں کھڑے ہوئے پانابطورانسان سب سے تکلیف دہ امر ہے۔خیر حالات جیسے بھی ہوں مجھے میرے والدین نے جدوجہد کرنا سکھایاہے۔میں نے آج تک بچپن سے لیکر کسی بڑی درسگاہ تک یہ نہیں پڑھا کہ ایران ہمارا

دشمن ملک ہے اور ہمیں اس سے نفرت کرنی چاہیے۔ بلکہ مجھے امن اور بھائی چارے کا پیغام ملا ہے۔ محبت کرنے اور لینے کا سلیقہ سیکھایا گیا ہے۔ میں پیشے کے اعتبار سے ایک سیاح ہوں اور اب تک دنیا کے بیسوں ممالک دیکھ چکا ہوں۔ میرا نام ڈیوڈ نہیں بلکہ برائن مور ہے اور میں جیریکو مور کا بیٹا ہے۔ جو اپنے وقت کے مشہور سیاح رہے ہیں۔ دنیا کے ہر ملک کو دیکھنا میرا اڈریم ہے۔ اب تک میں جن ممالک کو دیکھ چکا ہوں وہاں کی خوبصورتی کا دل سے مداح ہوں۔ قدرتی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ انسانوں کی روحانی خوبصورتی دیکھنے کا بھی موقعہ ملا اور مجھے ہر جگہ کے لوگ بہت ایثار و محبت کرنے والے ملے۔ نفرتیں تو حکومتوں نے پالی ہوئی ہیں باڈر لگا کر، ایک دوسرے کیساتھ محض سیاست کی بنا پر آپس کے تعلقات بگاڑ کر۔ یہ سچ ہے کہ میں ایک امریکی ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کے میں ایک جاسوس ہوں۔ یہ سچ ہے کہ مجھے ایران کی قدرتی مناظر اور مختلف جگہوں کی خوبصورتی دیدنی لگی۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کے میرے کیمروں کو اور میری ریسرچ کو ایرانی ایٹمی پلانٹ سے نتھی کر کے مجھے جاسوس بنا دیا جائے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں لوگوں سے معلومات لیتا ہوں، محض اپنے تجسس کو مٹانے کے لئے مگر اسے امریکی کے لے جاسوسی کا لیبل دینا سراسر ناانصافی ہے۔ نہ ہر امیرکی جاسوس ہوتا ہے اور نہ ہی ہر ایرانی دہشت گرد یہ میڈیا اور حکومتیں ہیں جو اس طرح کے ٹائٹل کسی کے ساتھ اٹیچ کر دیتی ہیں۔ میرے نزدیک دنیا کا ہر ملک اپنے اندرونی معاملات میں خودمختار ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کی سلامیت کو کسی بھی بیرونی جارحیت سے خطرہ ہے تو وہ یورنیم کے استعمال سے خود کو محفوظ بنا سکتا ہے۔ میں بہت آگے تک جا سکتا ہوں مگر میں خود کو آپ کے رحم و کرم پر چھوڑتا ہوں۔ مجھے پوری امید ہے کہ یہ عدالت میرے ساتھ مکمل انصاف کرے گی اور مجھے میرے ملک بے حفاظت بھجوایا جائے گا۔" میری لمبی چوڑی بات کے بعد مخالف وکیل برے برے منہ بناتا ہوا کھڑا ہوا اور پھر اس نے عرض کی۔

"واہ زبردست کیا شاندار تقریر فرمائی ہے مسٹر ڈیوڈ تم نے۔ خود کو معصوم ثابت کرنے کے لئے تم نے سیاحت کا لبادہ اڑھ لیا۔۔۔ گڈ شو اس کے بعد تو تم حسام جہاں والے کیس سے بھی مکمل طور پر انکار کر دو گے۔"

-"جی میں ایسی کسی کہانی کو نہیں جانتا اور نہ ہی میں نے کسی کا ٹاچر کیا ہے۔"

" دیکھا جج صاحب مصوف سرے سے اس کیس سے ہی انکاری ہیں۔ پھر تو تم اس بات سے بھی انکار کرو گے کہ تمہیں جس جگہ سے گرفتار کیا گیا وہ نہایت ہی حساس جگہ ہے۔"

"جی بالکل کیونکہ مجھے میرے بیڈ روم سے گرفتار کیا گیا ہے۔ یہاں توقیر رضوی صاحب ہوتے ہیں۔ ان کے والد اور میرے والد بیسٹ فرینڈز تھے میں انہی کے یہاں ٹھہرا ہوا تھا اور آپ لوگوں کے حساس ادارے والوں نے مجھے

ناجائز اور غیر قانونی طور پر ماورائے عدالت گرفتار کیا ہے۔جج صاحب مجھے انصاف چاہیے۔" میں نے رحم طلب نظروں سے جج صاح کی جانب دیکھا تو مخالف وکیل ایک بار پھر درمیان میں کود پڑے۔

"جج صاحب یہ اپنی شاطرانہ گفتگو سے عدالت کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔حساس ادارے والے کسی توقیر رضوی کو نہیں جانتے اور نہ ہی یہ کوئی سیاح ہے۔بلکہ یہ تو بدنام زمانہ امریکی جاسوس ہے جس نے ایک بے گناہ ایرانی کو بے ہیمانہ تشدد کرنے کے بعد موت کے گھاٹ اتار دیا۔جج صاحب یہ عاجز عدالت سے استدعا کرتا ہے کہ اس کی باتوں میں آکر عدالت اپنا وقت بے وجہ ضائع نہ کرے۔" مخالف وکیل نے اپنا کیس کمزور ہوتا دیکھ کر بچوں کی طرح بلبلانا شروع کر دیا۔اس کے بعد اس نے اپنی میز سے ایک خاکی کاغذ اٹھایا اور اس میں چند فوٹوگرافکس نکال کر جج صاحب کے سامنے پیش کر دیں۔جج صاحب نے ناک پر لگی ہوئی عینک اتار کر اپنی ٹیبل سے ایک اور عینک اٹھا کر لگائی اور اس کی مدد سے وہ فوٹوگرافکس دیکھیں۔اس کے بعد انہوں نے عینک اتار کر میری جانب دیکھا اور پھر کہنے لگے۔

"کیوں مسٹر ڈیوڈ کیا تم اپنے اوپر لگائے جانے والے الزامات اور ان تصاویر کو مانتے ہو؟"

"سر میں اپنے اوپر لگائے ہوئے تمام الزامات کی صحت سے بالکل انکار کرتا ہوں۔مجھے نہیں معلوم کہ مجھے بار بار کیوں پھنسایا جا رہا ہے۔یہ یقیناً میرے خلاف کوئی گہری سازش ہے۔"

"سر ان کے خلاف بھلا کیوں کسی نے سازش کرنی ہے۔دس از اوپن اینڈ شٹ کیس ہے۔میری عدالت سے گزارش ہے کہ آپ اس امریکی جاسوس کو فل الفور پھانسی کی سزا سنا کر اسے عبرت کا نشان بنائیں۔آخر یہ ایران اور اس کی سالمیت کا مسئلہ ہے۔ہم ایسے کیسے کسی جاسوس کو چھوڑ سکتے ہیں۔"

"مسٹر ڈیوڈ یا جو کوئی بھی تمہارا نام ہے کیا تم اپنے ملک کا پاسپورٹ اور مسٹر توقیر رضوی کا اتہ پتہ دے سکتے ہو۔"

"میں یقیناً دے سکتا ہوں ان کی رہائش فردوسی اسٹریٹ میں واقع ایک سپورٹس پلازہ کے پاس ہے ہائوس نمبر تھرٹی سیون۔" میرے لہجے کی پختگی دیکھ کر وکیل صاحب کی بولتی بند ہو گئی۔جج صاحب کچھ دیر مجھے دیکھتے رہے پھر انہوں ٹیبل سے ایک بار پھر عینک اٹھائی اور اسے اپنے کانوں پر رکھ کر انہوں نے اپنا قلم اٹھالیا اور پھر اس پر کچھ لکھنے لگے۔انکی لکھائی کے دوران کمرہ عدالت میں مکمل خاموشی رہی۔اس کے بعد انہوں نے سر اٹھا کر بولنا شروع کیا۔

"یہ عدالت حکم دیتی ہے کہ کل اس ملزم کے بتائے ہوئے پتے پہ جا کر کسی رضوی صاحب کو تلاش کر کے عدالت میں پیش کرنے کے علاوہ انکا پاسپورٹ بھی یہاں دکھایا جائے لیکن اگر وہ نہیں ملتے تو عدالت اس کی ساری کہانی جھوٹی سمجھ کر رد کر دے گی۔اس کے بعد وہی فیصلہ سنایا جائے گا جو ایرانی قوم کے جذبات کی عکاسی کرے گا۔تب تک عدالت

برخاست کی جاتی ہے۔" یہ کہتے ہی جج صاحب تیز تیز چلتے ہوئے کمرہ عدالت سے باہر چلے گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مایا مسلسل بول کر کچھ دیر رکی ہی تھی کہ اس دوران کمرے کا دروازہ ناک ہوا۔ دو بار دروازہ بجانے کے بعد جب میں نے اندر آنے کی اجازت دی تو ریسٹورنٹ کا ملازم مینگو جوس اور ایک کافی لیکر اندر آگیا۔ اس نے لیٹ آنے کی معذرت چاہی اور پھر ہمارے سامنے رکھی میز پر ٹرے رکھ کر وہ چلا گیا۔ مایا اٹھی اور پھر وہ ٹرے لیکر میرے پاس آگئی اس کے بعد اس نے ایک بٹن پریس کیا تو میرا بیڈ کمر کی طرف سے اوپر اٹھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک آرام دہ کرسی کی شکل اختیار کر گیا۔ میرا چہرہ اب بھی پٹیوں میں ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے ٹرے میں بیڈ پر رکھا اور پھر مجھے وہ جوس کا گلاس سرو کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی گفتگو کا آغاز وہیں سے کیا جہاں سے اس نے اپنا سلسلہ کلام توڑا تھا۔ مجھے واقعی اس کی کہانی سننے میں بہت مزہ آرہا تھا۔ ساتھ ساتھ جو جو ذہن میں سوالات تھے اس کے جوابات بھی مل رہے تھے۔ مجھے واقعی وہ سب کچھ جاننا تھا جو میری غیر موجودگی ہوتا رہا۔ خیر وہ کہہ رہی تھی۔

"سیٹلائٹ کی مدد سے تمہاری لائیو کوریج ہم تک پہنچ رہی تھی۔ ہم یہ سارے مناظر اپنے آپریشن روم میں ڈیجیٹل اسکرین پر دیکھ رہے تھے۔ پتہ نہیں کرنل اشر کو کیا سوجھی تھی کہ وہ تمہاری کارکردگی اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے تمہاری مدد کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نے ان سے ایک دو بار پوچھنے کی کوشش بھی کی مگر وہ ٹال گئے۔ عجیب بے بسی تھی، تم میری دسترس میں ہو کر بھی مجھ سے دور تھے۔ میں تمہیں لائیو دیکھ سکتی تھی لیکن اس کے باوجود تمہاری مدد کو نہیں آسکتی تھی۔ اس دوران مجھے کرنل اشر پر کئی بار غصہ بھی آیا مگر کیا کرتی وہ میرے باس تھے۔ ان کے سامنے زیادہ زبان نہیں چلا سکتی تھی اور نہ اپنے جذبات انہیں سمجھا سکتی تھی۔ عجیب بے بسی عالم تھا۔ دل و دماغ پر تم سوار تھے اور رگوں میں کرنل اشر کا احترام خون بن کر دوڑ رہا تھا۔

حالانکہ اگر وہ چاہتے تو تمہاری مدد کے لئے اسی نامعلوم اور پراسرار جزیرے سے ایک عدد بحری بیڑا بھی بھجوا سکتے تھے۔ جہاں سے وہ میجر ڈریگن کو دھمکیاں دے رہے تھے کہ وہ اس کے جزیرے کو مزائلوں سے اڑا سکتے ہیں۔ مگر ان کی عجیب ہی منطق تھی وہ تمہیں ایکٹو رکھنا چاہ رہے تھے۔

"دیکھو مایا میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں۔۔۔ مگر میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اسے کہیں زنگ تو نہیں لگ گیا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ فارغ رہ رہ کر اپنی قابلیت کی خود اپنے ہاتھوں مٹی پلید کردے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ہر بار کمال نظر آئے اور ہمیشہ جوان رہے۔ میں یہ سب کچھ اس کی خیر خواہی اور بھلائی کے لئے کر رہا ہوں۔ اسی لئے اسے ایکٹو رکھنا بے حد

ضروری ہے۔"

"لیکن سر اگر وہ اس دوران سچ مچ ہلاک ہو گیا تو پھر کیا ہو گا؟" میں نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ اس وقت میری حالت واقعی پتلی ہو رہی تھی۔ جو بیان سے باہر تھی۔

"اگر ہوتا ہے تو ہو جائے کیونکہ ناکارہ لوگوں کی میری ایجنسی میں کوئی جگہ نہیں۔ مانا کہ اب تک میں اس پر اربوں ڈالرز خرچ کر چکا ہوں مگر وہ ایجنٹ میرے کس کام کا جو دشمنوں کا مقابلہ ہی نہ کر سکے۔ اگر وہ ہلاک ہوا تو یہ اس کی اپنی غلطی ہو گی۔۔۔۔۔۔۔ خیر تم پریشان نہ ہو میں اس کا زیادہ امتحان نہیں لونگا۔ وہ جلد ہمارے پیچ ہو گا۔" کرنل اشر نے میرا کندھا تھپ تھپایا اور پھر جا کر ایک کرسی پر بیٹھ کر اسکرین پر تمہارے مناظر دیکھنے لگے۔

تم جزیرے پر یہاں وہاں گھوم کر اس کی تلاشی لے رہے تھے۔ مگر تمہیں کوئی نہیں ملا تھا جزیرہ واقعی ویران اور پراسرار تھا۔ تم نے اپنے کندھے پر دو بندوقیں لٹکالیں اور دو تین بم بھی اپنی جیب میں اڑسا لئے۔ جانے آگے کیسے حالات پیش آئیں تو مجھے ان کی پیشگی تیاری کر لینی چاہیے تھی۔ ابھی تم وہاں سے نکلنے ہی والا تھے کہ تمہیں ٹیبل پر پستول بھی رکھی ہوئی نظر آ گئی جو تم نے خود ہی رکھی تھی۔ اسے بھی تم نے اپنے ہاتھ میں تھاما اور وہاں سے روانہ نکل آئے۔ ساحل کی طرف کھڑی ہوئی ایک بوٹ سب سے الگ تھلگ کھڑی ہوئی تھی۔ اس تک جانے کے لئے تم نے ایک لمبے سے کچے راستے کا انتخاب کیا تھا۔

تم دھیرے دھیرے چلتے ہوئے بوٹ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ تمہارے چہرے پر کہیں سے بھی بیزاری کے تاثرات نہیں تھے۔ بلکہ تم تروتازہ لگ رہے تھے۔ تو تمہیں دیکھ کر مجھے حوصلہ ہوا کہ واقعی تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ بوٹ کی سائز اتنی بڑی نہیں تھی کہ اس پر زیادہ افراد سفر کر سکیں۔ تم دھیمی چال چلتا ہوئے بوٹ کے پاس پہنچے اور پھر اس کے اوپر چڑھ گئے۔ تمہیں دور سے ہی کسی کے اندر ہونے کا گمان ہوا، اس کا اندازہ مجھے تمہاری فیس ریڈنگ سے ہو رہا تھا۔ کسی اور کو اس بوٹ پر محسوس کرتے ہی غیر ارادی طور پر تمہاری گرفت پستول پر مضبوط ہوتی چلی گئی۔ جب تم تھوڑا اور پاس گئے تو تمہیں اس شخص کی پشت واضح طور پر نظر آنے لگی۔ وہ بظاہر خاموشی سے بیٹھا کسی اپنی ہی دنیا میں مگن تھا۔ تم عرشے پر چڑھ کر اندر کی جانب زینوں کے ذریعے اترنے لگے۔ تمہیں نیچے اترتا دیکھ کر اس نے پلٹ کر دیکھا تو ڈر کے مارے اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ مارے خوف کے اس کا سانس سوکھ گیا تھا۔ تمہارے پستول کا رخ بھی اسی کی طرف تھا اور وہ اس قدر مگن تھا کہ اس بے چارے کو تمہارے بوٹ پر چڑھنے کی خبر تک نہ ہوئی تھی۔

اس دوران وہ لاشعوری طور پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ تو کچھ زیادہ ہی سہا ہوا دکھائی دیتا تھا اور بے چارہ اپنے حلئیے

سے یہاں کا ملازم ہی دکھائی دیتا تھا کیونکہ اس کے کپڑے کچھ زیادہ پرانے معلوم ہوتے تھے۔ تم نے قریب جا کر اسے تسلی دی کہ وہ گھبرائے نہیں اگر وہ کوئی ہوشیاری نہیں کرے گا تو اس کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ بس وہ تمہیں یہاں سے کہیں دور کسی محفوظ مقام پر لے جائے جہاں سے تم کسی شہری آبادی داخل ہو سکوں۔ لیکن اگر اس دوران اس نے تمہیں چکر دینے کی کوشش کی تو اسکی گردن اس کے وجود سے الگ بھی ہو سکتی تھی۔ اس غریب بے چارے کو بس اتنی دھمکی ہی بہت تھی اس نے ایک بار پھر سے ہاتھ چھوڑ کر تم سے اپنی زندگی کی بھیک مانگی تو تم نے کہا فکر نہ کرو کچھ نہیں ہوگا۔ یہ بات تمہاری شخصیت کے خلاف تھی تم کبھی بھی کسی پر رحم کرنے کے روادار نہیں تھے۔ مگر تم مجھے ہر بار سرپرائز دیتے ہو۔ سو اس بار بھی تمہارے اسطرح پیش آنے کو میں نے محض تمہارا سرپرائز ہی سمجھا۔ کیونکہ میرے نزدیک تم نزدیکی آبادی کے پاس پہنچتے ہی سب سے پہلے اس کا خاتمہ کروگے پھر آگے بڑھو گے۔

بوٹ کا سفر بھی کافی یادگار ہوتا ہے۔ یقیناً تم خوب لطف اندوز ہو رہے تھے۔ وہ جگہیں واقعی کافی پراسرار تھیں۔ تم کئی دفعہ ایک ہی جگہ سے گزرتے ہوئے پائے گئے تھے۔ اس کے بعد تمہارا سامنا حبشیوں سے ہوا جو واقعی دل دہلا دینے والا تھا۔ پہلے تم جس طرح بے بس کر دیئے گئے تھے اسکے بعد جس طرح تم نے ایک ایک حیوان نما حبشی کی ٹھکائی لگا بیس بال بیٹ سے لگائی تھی وہ واقعی کمال کی تھی۔ مجھے واقعی تمہارے فائٹنگ اسٹائل سے کافی انس ہے پیار ہے۔ تم کمال کے فائٹر ہو۔ تم نے تنہا ہی کئی حبشیوں کو ایسے پیٹا تھا کہ مجھ سمیت کرنل اشر بھی کھڑے ہو کر تالیاں بجانے لگ گئے تھے۔

پھر اس کے بعد وہ منحوس گھڑی آئی کہ جب تمہیں قید کر کے ایک بڑی سی شپ میں رکھا گیا تھا۔ وہ کوئی پرانے زمانے کی بوسیدہ سی بوٹ تھی۔ اب تمہاری تصویر تو نظر نہیں آرہی تھی البتہ تمہاری اور مسٹر جیک دی ونڈفل کی گفتگو ہم لوگ باخوبی سن سکتے تھے۔ اس نے نہایت پراسرار انداز میں تمہیں جو تاریخ ان حبشیوں کے بارے میں بتائی تھی۔ اسے کرنل اشر کو بھی پریشان کر دیا تھا۔ ان کی باتوں کے نتیجے میں کرنل اشر نے اپنے خاص آدمیوں کو وہاں روانا کیا تھا تاکہ وہ تمہیں جلد از جلد ریسکیو کر سکیں۔

اسی ریسکیو ٹیم نے ایک کمال اس دن یہ کیا تھا کہ وہ لوگ اپنے ساتھ پراسرار شعاعیں لے کر گئے تھے۔ جس میں انہوں ایک پراسرار فلم کو فیڈ کر کے چلایا تھا۔ وہ یقیناً کوئی دیوتا نہیں بلکہ خطرناک شعاعوں کے ساتھ فلم کا کمال تھا۔ جس نے سب حبشیوں کو بے وقوف بنا دیا تھا۔ ان شعاعوں میں خاص قسم کا کیمیائی عمل کیا ہوا جس سے ہر کوئی ایک خاص وقت کے بعد پیرالائز ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد کرنل اشر کے لوگ ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے نیچے اترے اور پھر انہوں نے سب سے پہلے تمہیں اٹھا کر ہیلی کاپٹر میں ڈالا اور اس کے بعد وہ مسٹر جیک دی ونڈرفل کے پاس گئے پھر انہوں نے اسے

ریسکیو کیا اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے روانہ ہوگئے۔۔۔۔۔"مایا نے ایک گہرا سانس لیا اور پھر اپنی بات کو ادھورہ چھوڑ دیا۔

"لیکن پھر ان حبشیو کا کیا بنا؟"

"ان شعاعوں کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اگر ایک گھنٹے سے زیادہ دیر تک کوئی بھی ان شعاعوں میں رہے تو اس کے جسم پر موٹے موٹے آبلے پڑنا شروع ہو جاتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ اس کا جسم گلنا شروع ہو جاتے ہے۔وہ پورے کا پورا قبیلہ جل کا خاکستر ہو گیا تھا۔اور ویسے بھی انہیں اس دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔انہوں نے تمہارے سمیت بہت سے بے گناہ انسانوں کا خون بہایا ہے۔ان کی اس سے بھی زیادہ اذیت ناک موت ہونی چاہیے تھی۔۔۔۔۔اس کے بعد تم تین دنوں تک بے ہوش رہے اور کل تمہیں ہوش آیا تھا۔"

"پھر وہ مسٹر جیک دی ونڈفل کہاں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اس نے تمہارے لئے یہ پر اسرار گفٹ باکس بھیجا ہے۔۔"مایا نے کہا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس گفٹ باکس کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"لیکن۔۔۔اس گفٹ باکس میں آخر ایسا کیا ہے جو اس قدر پر اسرار ہے؟"

☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی قسط:05جولائی2018

اس قسط پر آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔